34

دعا مذہب کی روح ہے

(فرمودہ ۱۷ دسمبر ۱۹۲۶ء)

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

مذہب کی جان اور خلاصہ اور اس کی روح اگر کوئی چیز ہے۔ تو وہ صرف دعا ہے۔ ہر ایک مذہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے کبھی کسی زمانہ میں قائم ہوا اور ہر ایک وحی جو کسی زمانہ میں کسی گوشہ میں نازل ہوئی۔ اس میں دعا کی تعلیم دی گئی ہے اور خصوصیت سے اس پر زور دیا گیا ہے۔ اس زمانہ میں ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گفتگو کو آپ کی تقریروں کو آپ کی تحریروں کو غرض آپ کے جس کام کو بھی ہم دیکھیں تو آپ مجسم دعا نظر آتے ہیں۔ ان کی تحریریں دعا ہیں۔ ان کا عمل دعا ہے۔ ان کا ہر ایک کام دعا ہے۔

اگر کوئی چیز ایسی دنیا میں ہے جو یقینی علاج ہے روحانی امراض کا اور تمام مشکلات کا تو وہ دعا ہے۔

پس اگر کسی مذہب اور کسی تعلیم سے دعا کو نکال ڈالیں تو وہ مردہ چیز ہے۔ کیونکہ زندگی تو زندہ شخص کے آثار سے اور اس کے کاموں سے نظر آتی ہے۔ کسی چیز میں محض خوبصورتی کا پایا جانا زندگی پر دلالت نہیں کرتا۔ زندگی تو کاموں سے نظر آتی ہے اور کوئی کام ایک زندہ چیز ہی دے سکتی ہے مردہ چیز تو خواہ کس قدر خوبصورت ہو کوئی کام نہیں دے سکتی۔ ایک مردہ ہمیں کیا کام دے سکتا ہے۔ اس کی خوبصورتی ہمارے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اگر کوئی تعلیم خوبصورت بھی ہو لیکن اس میں دعا کی تعلیم نہ ہو تو وہ مردہ ہے۔ کیونکہ اس میں زندگی کے آثار نہیں۔ اس میں وہ چیز نہیں کہ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات ظاہر ہوتی ہیں۔ اور وہ صرف دعا ہے کہ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے افعال ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لئے ایک شخص خواہ کتنا ہی اعلیٰ درجہ کا لکچر دے لیکن

اگر اس کے ساتھ اس کی دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت نہیں تو وہ لکچر کیا اثر رکھتا ہے۔ تو دعا کو نکال کر مذہب کا کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔ اب دیکھو دنیا میں پہاڑ خوبصورت نظر آتے ہیں۔ دریاؤں کا نظارہ خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ سبزہ زاروں کا منظر بہت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ان میں انسان اپنی زندگی نہیں گزار سکتا۔ تھوڑی دیر کے لئے تفریح کے طور پر دریاؤں اور پہاڑوں کے بے نقص نظاروں اور سبزہ زاروں کو پسند کرے گا اور اپنا دل بہلا لے گا۔ لیکن ان میں زندگی نہیں گذار سکتا۔ زندگی گذارنے کے لئے پھر انہیں لوگوں میں جائے گا جو زندہ ہیں۔ وہ ان بے نقص اور بے عیب نظاروں کو چھوڑ کر عیب دار مگر زندہ انسانوں کے پاس ہی رہنا اور زندگی گذارنا پسند کرے گا کیونکہ انسانوں میں روح ہے۔ زندگی ہے۔ مگر دوسرے نظاروں میں زندگی نہیں گو وہ بے نقص ہیں۔

اور وہ چیز جو جاندار ہے خواہ وہ عیبوں اور نقائص سے ہی بھری ہوئی ہو بے جان چیز پر فضیلت رکھتی ہے۔ جب عیب دار جاندار کو ہم بے نقص غیر جاندار پر فضیلت دیتے ہیں۔ تو ذی روح چیز جو خوبصورت اور بے نقص بھی ہے۔ اس کو ہم غیر ذی روح چیز پر کیسے فضیلت دے سکتے ہیں۔

پس جب تک کہ کسی تعلیم میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا رحم زندہ طور پر ہمارے شامل حال نہ ہو اس وقت تک وہ تعلیم زندہ نہیں کہلا سکتی زندہ مذہب وہی ہے کہ جس میں سب سے زیادہ زور دعا پر ہو۔

اور جو لوگ دعا سے کام نہیں لیتے ان کی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے کوئی قبرستان میں بیٹھ جائے۔ کون ایسا شخص ہے جو زندوں کو چھوڑ کر مُردوں میں چلا جائے۔ کیونکہ مردہ عمل کے زمانہ سے گزر گیا ہے۔ اور اس کی روح قبرستان میں نہیں وہ تو خدا کے پاس ہے۔ البتہ جسم قبرستان میں ہے۔ اور وہ بغیر روح کے کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔

جس چیز کی محبت کا ہمارے ساتھ تعلق ہے وہ تو زندہ چیز ہونی چاہئے اور مذہب میں سے زندہ چیز دعا ہے۔

انسان جب دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کی نہاں در نہاں ہستی کو اپنے قریب پاتا ہے۔ اور جب اس کی طاقتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کا جلوہ نظر آتا ہے۔ تو اس وقت پتے پتے میں زندگی نظر آتی ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ بندے کی دعا سنتا ہے تو اس وقت انسان کو مردہ چیز میں بھی زندگی نظر آنے لگتی ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے۔ تو راستہ میں ایک مردہ کتا پایا گیا۔ ان کے دوسرے ساتھیوں نے تو اس کی بدبو وغیرہ کا ذکر کیا لیکن حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تم اس کی بری شکل کو تو دیکھتے ہو لیکن اس کے دانتوں کو نہیں دیکھتے کیسے سفید ہیں۔ تو جو لوگ دعائیں کرنے والے ہوتے ہیں ان کو عیب نہیں نظر آیا کرتے بلکہ ان کی نظر خوبیوں پر ہی پڑتی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہیں اور جو لوگ خدا کو دیکھ لیتے ہیں وہ خود زندہ ہوتے ہیں۔ ان کو اس کی مخلوق میں عیب کم نظر آتے ہیں اور جتنے جتنے عیب کسی میں نظر آتے ہیں اتنے حصہ میں وہ خود مردہ ہوتے ہیں۔

نبیوں کو ہی دیکھ لو وہ مجسم خوبی ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کو لوگوں میں عیب نہیں نظر آتے۔ وہ ہر چیز میں خوبی دیکھتے ہیں اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ خود کامل زندہ ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے مقابل عیب دار لوگوں کو ان میں خوبیاں نظر نہیں آتیں بلکہ نقص ہی نقص نظر آتے ہیں اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ خود مردہ ہوتے ہیں۔

پس جس کو جتنے عیب کسی کے نظر آتے ہیں۔ اس کو سمجھنا چاہئے کہ اتنا ہی وہ مردہ ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعودؑ سے خود سنا آپ فرماتے تھے کہ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو کافر بھی رحمت ہوتے ہیں۔ اگر ابو جہل نہ ہوتا تو اتنا قرآن کہاں اترتا۔ اگر سارے حضرت ابو بکرؓ ہی ہوتے تو صرف لا الہ الا اللہ ہی نازل ہوتا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں۔ ان کو ہر چیز میں بھلائی نظر آتی ہے۔ ایک دفعہ لاہور میں ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو زور سے دھکا دیکر گرا دیا۔ دوسرے دوست ناراض ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اس نے مجھے جھوٹا سمجھ کر دھکا دیا ہے۔ اگر وہ سچا سمجھتا تو کیوں ایسا کرتا۔ اس نے تو اپنے خیال میں نیک کام کیا ہے۔ اور حق کی حمایت کی ہے۔ اب دوسرا اگر ہوتا تو ڈنڈا لے کر پیچھے پڑ جاتا۔ لیکن آپ ہیں کہ ایک مخالف کی ایسی حرکت کو بھی برا نہیں مانتے بلکہ دوسروں کو فرماتے ہیں کہ اس نے تو نیک خیال سے حق کی خاطر ایسا کیا ہے۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ جو لوگ دعاؤں کے عادی ہوتے ہیں اور دعاؤں کے نتیجہ میں ان کو ہر چیز میں زندگی نظر آتی ہے۔ تو ان کو عیب نہیں نظر آتے بلکہ نیکیاں اور خوبیاں ہی نظر آتی ہیں۔

اسی وجہ سے بعض وقت ایسے لوگوں کو بے وقوف سمجھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ بیوقوفی کی وجہ سے لوگوں سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ حالانکہ اس کی وجہ بے وقوفی نہیں ہوتی بلکہ یہی

وجہ ہوتی ہے کہ ان کو زیادہ تر خوبیاں دکھائی دیتی ہیں۔

چنانچہ ایک قصہ مشہور ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء کو بعض جگہ جلوہ الٰہی نظر آجاتا تھا اس لئے ایک دفعہ آپ نے رستہ میں جاتے ہوئے ایک خوبصورت لڑکے کو چوم لیا اس وجہ سے کہ اس میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آیا۔ دوسرے مریدوں نے بھی اس کو چوم لیا۔ لیکن آپ کے ایک مرید نے جو بعد میں آپ کا خلیفہ ہوا نہ چوما تو دوسرے مرید اسے کہنے لگے کہ تم نے کیوں نہیں اسے چوما جب کہ اس کو پیر صاحب نے چوم لیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم مرید نہیں ہو۔ تو انہوں نے کہا کہ تم کو اس میں خدا کا جلوہ نظر آیا ہوگا اس لئے تم نے چوم لیا مجھے نہیں نظر آیا تو میں کیونکر چومتا۔ آگے جا کر حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے آگ کو چوم لیا تو وہاں دوسرے مرید پیچھے ہٹ گئے لیکن اس مرید نے آگے بڑھ کر اسے چوما۔ اس نے کہا اب یہاں تمہیں کیوں نہیں جلوہ نظر آتا۔ اصل بات یہ ہے کہ جیسے جیسے انسان خدا کے قریب ہوتا جاتا ہے اتنا ہی اسے ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اور یہ بات دعا سے حاصل ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **واذا سألک عبادی عنی فانی قریب** (البقرہ ۱۸۷) کہ دعا کرنے والے کے میں قریب ہو جاتا ہوں۔ پس اگر کوئی بات ہے کہ جس سے انسان اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے تو وہ صرف دعا ہے۔

ہاں بعض لوگ نادانی سے اس کا غلط استعمال کر لیتے ہیں۔ بے شک ہر بات اللہ تعالیٰ ہی پوری کرتا ہے اور دعاؤں کو وہی سنتا ہے۔ لیکن جو قانون اس نے باندھے ہوئے ہیں انہیں وہ یونہی نہیں توڑتا مثلاً اس نے پیاس بجھانے کے لئے پانی دیا ہوا ہے تو اس کے محض دعا کرنے سے خود بخود ہی اس کے منہ میں نہیں آجائے گا اس کے حاصل کرنے کے لئے اس کو صحیح کوشش بھی کرنی پڑے گی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی دعا بتلائی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے کنویں بھی بنائے ہیں۔ تو ہمیں دعا کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس نے قانون بھی بنائے ہوئے ہیں۔ جن کے ماتحت ہمیں دعا کرنی چاہئے۔ اب مثلاً کوئی کہے کہ مانگو جو مجھ سے مانگنا چاہتے ہو تو اس کا یہی مطلب ہو گا کہ اس کے قانون کے ماتحت مانگو نہ کہ اس کے قانون کو توڑتے ہوئے مانگو۔ اور اللہ تعالیٰ کے قوانین وہ ہیں جو ہماری پیدائش سے بلکہ ہمارے آباؤ اجداد کی پیدائش سے بھی پہلے کے ہیں۔

دوسری بات مد نظر رکھنی چاہئے کہ ہر دعا کا قبول ہونا ضروری نہیں کیونکہ اصل غرض ہماری پیدائش کی یہ نہیں کہ ہمیں مکان مل جائے یا زمین مل جائے یا گھوڑا مل جائے بلکہ اصل غرض تو یہ ہے کہ ہمارے نفس پاک ہوں یہ چیزیں تو عارضی ہیں اور اصل غرض کو پورا کرنے کے لئے یعنی نفس

کے تزکیہ کے لئے مصائب و مشکلات کا آنا ضروری ہے۔ بعض وقت نفس مصائب اور مشکلات کے ذریعہ سے ہی پاک ہوتا ہے۔ مثلاً کہیں مال کا نقصان ہو جاتا ہے۔ کبھی عزت کا نقصان ہوتا ہے۔ کبھی اولاد مرجاتی ہے۔ اب ہر شخص بیٹے کے لئے دعا مانگتا ہے کہ زندہ رہے۔ اگر ہر شخص کی دعا اللہ تعالیٰ اسی طرح قبول کرے کہ اس کا بیٹا ہمیشہ زندہ رہے تو اس طرح تو کسی کا بیٹا بھی کبھی بھی نہیں مرے گا۔ اور دنیا سے اس کا قانون موت جو مقرر ہے اٹھ جائے گا۔ تو ایک تو اس کا قانون ٹوٹتا ہے۔ دوسرے انسان کے نفس کا تزکیہ نہیں ہوتا۔ تو مشکلات بھی کئی حکمتوں کے ماتحت آتی ہے۔ جب کوئی مصیبت اس کی غفلت کی وجہ سے آتی ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ اس کی دعا سے ٹلا دیتا ہے۔ لیکن وہ مصیبت جو خدا کی طرف سے اس کی حکمت کے ماتحت آتی ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نہیں ٹلایا کرتا اور اگر ٹلاتا ہے تو اس وقت جب کہ اس کے ٹلانے کا موقعہ آتا ہے یا اس کا ٹلانا اس کے تقویٰ کے لئے زیادہ مفید ہو۔

دو صورتوں میں ابتلا آیا کرتے ہیں یا تو دل کا گند ظاہر کرنے کے لئے اور اس کی پاکیزگی کے لئے۔ یا اس کی پاکیزگی کو ظاہر کرنے اور اس کے لئے اپنی غیرت کا اظہار کرنے کے لئے۔ اور یہ صورت خاص لوگوں کے لئے ہے۔ مصیبت کے آنے کی ان دو اغراض میں سے ایک غرض ضرور ہوتی ہے۔ کیونکہ مصیبت میں جب انسان گھر جاتا ہے۔ تو اس کو پتہ لگ جاتا ہے کہ میرے اندر کس قدر کمزوری ہے یا کیا عیب ہے اور یا اسے اور بھی نیکی اور تقویٰ میں ترقی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ جھکتا ہے۔

پس ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہر دعا کا قبول ہونا ضروری نہیں اور نہ قبول ہو سکتی ہے۔ اب مثلاً دو شخص مقدمہ لڑ رہے ہیں اور بسا اوقات دونوں فریق اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں وہ دونوں ہی دعا کریں کہ اسے کامیابی حاصل ہو تو اب بتاؤ اللہ تعالیٰ کس کی سنے گا۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ دونوں سچے ہوں ایک بہرحال حق پر ہو گا ایک ناحق پر۔ اب اللہ تعالیٰ تو اس کی دعا سنے گا جس کا حق زیادہ ہے اور دوسرے کی دعا کا قبول نہ کرنا ہی اس کے حق میں اچھا ہے۔

پھر دعا کے بغیر روحانیت بھی حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ مذہب کی غرض پوری ہو سکتی ہے۔

دعا سوال بھی ہے اور عبادت بھی اگر قبول ہو جائے تو دعا ہے اگر قبول نہ ہو تو عبادت میں شمار ہو گی۔ اور چونکہ ہم ہر چیز کے محتاج ہیں اس لئے دعا کا قبول ہونا بھی چاہتے ہیں۔ لیکن حق یہی ہے کہ دعا قبول نہ ہونے والی قبول ہونے والی کی نسبت بہتر ہے۔ کیونکہ وہ عبادت میں شمار ہو گی اور خدا کی رضاء کی موجب ہو گی جو ہماری پیدائش کی اصل غرض ہے۔ اور عبادت بہرحال ہماری مسئول

چیزوں سے بہتر ہے۔ سوائے اس دعا کے جو اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضاء کے لئے ہو۔

پس میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ہمیشہ خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگا کریں۔ دعا تو وہ چیز ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر میں بھی تمیز نہیں رکھی۔ جس طرح اس کا رزق سب کے لئے ہے اسی طرح اس کے حضور دعا بھی سب کے لئے ہے۔ ہاں مومن کی دعا وہ زیادہ سنتا ہے۔ جس طرح مومن اگر چاہے اور کوشش کرے تو دنیاوی عزت بھی مومن کو ہی زیادہ ملتی ہے جیسے صحابہ کو اللہ تعالیٰ نے دنیوی عزت بھی عطا کی۔

نماز جمعہ کے بعد تین شخصوں کا جنازہ پڑھوں گا۔ ایک تو غیاث الدین احمد صاحب بنگال کے ہیں۔ جو سلسلہ میں بہت مخلص نوجوان تھے۔ ایف اے تک تعلیم رکھتے تھے۔ یہاں بھی انہوں نے دو سال دینی تعلیم حاصل کی۔ تبلیغ کے لئے بہت جوش رکھتے تھے۔ تھوڑا سا وقت حصول معاش میں دیگر باقی سب وقت تبلیغ میں خرچ کرتے تھے۔ دوسرے چوہدری نعمت خاں صاحب کی اہلیہ ہیں۔ جہاں وہ فوت ہوئیں۔ وہاں جماعت نہیں ہے۔ تیسرے صاحب سید حاکم شاہ صاحب ہیں۔ جو بہت پرانے اور مخلص احمدی تھے۔

(الفضل ۲۴ دسمبر ۱۹۲۶ء)